کتاب نما

تعلیم میں بیرونی معاونت، حقائق، نتائج، راہ عمل۔ مرتب: سلیم منصور خالد۔ ناشر: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، مرکز ایف سیون، اسلام آباد، صفحات: ۴۵۴۔ قیمت: ۲۵۰ روپے۔

"بیرونی امداد" دو الفاظ پر مشتمل ایک معصوم سی ترکیب ہے مگر گذشتہ نصف صدی میں، مختلف ملکوں اور قوموں نے بحیثیت مجموعی اس تدبیر و ترکیب کا ساہوکارانہ رنگ ہی دیکھا ہے (الا ماشاء اللہ)۔ لاطینی امریکہ، افریقہ اور ایشیا کے ترقی پذیر ملکوں کو اس سودی امداد نے دو طرفہ متاثر کیا، اول: ان کی معیشت کو دم نہ لینے دیا، ان کی رائے پر اپنی خواہش کو ٹھونسا گیا۔ اس عمل نے معاشی، سماجی اور بین الاقوامی اعتبار سے انھیں دائمی پسماندگی سے دوچار کر دیا اور رفتہ رفتہ ان کا سیاسی اقتدار اعلیٰ داؤ پر لگ گیا۔ پاکستان بھی عرصے سے اسی نحوست کی زد میں ہے اور اس کے سائے لمبے ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

پاکستان نے پچھلے چار عشروں کے دوران میں بڑے پیمانے پر بیرونی قرضے حاصل کیے ہیں۔ اس امداد سے بلاشبہ کچھ تعمیری منصوبے بھی پایہ تکمیل کو پہنچے، لیکن بیشتر رقوم، قرض دہندوں کی اپنی ترجیحات کے مطابق خرچ ہوئیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ بیرونی آقاؤں کی ترجیحات اور پاکستان کے زمینی حقائق میں بعد المشرقین ہے۔ زیر تبصرہ کتاب اس عمل کے گہرے مطالعے اور مشاہدے کا ٹھوس ثبوت ہے۔ بیرونی امداد دہندوں نے دیگر شعبہ جات کی طرح، پاکستان کے تعلیمی پروگرام کے لیے بھی کچھ امداد فراہم کی، اس کی حقیقت کو جاننے کے لیے یہ ایک مفید کتاب ہے۔

اس کتاب میں ۲۹ افراد نے پاکستان کے تعلیمی نظام میں بیرونی مالی معاونت کے مضمرات کا جائزہ لیتے ہوئے، پاکستان کی پچاس سالہ تعلیمی زندگی کے المیے کو اجاگر کیا ہے۔ مقالہ نگاروں میں پاکستان کے منتخب قومی نمایندے، چوٹی کے ماہرین تعلیم، قابل قدر دانش ور، فوج کے اعلیٰ مناصب پر فائز سابق ملازم، اور عالمی اقتصادی اداروں میں پاکستان کی نمایندگی کرنے والے سول ملازم شامل ہیں۔ جملہ مقالات میں حقیقت پسندی، غیر جذباتی استدلال، سائنٹی فک سوچ اور قومی درد مندی کی لہر دکھائی دیتی ہے۔ اہم تر بات یہ ہے کہ ان میں محض تنقید یا خود احتسابی کی تکرار نہیں، بلکہ قوم کو بیرونی امدادی کلچر سے نجات پانے کے لیے عملی تجاویز کی روشنی بھی عطا کی گئی ہے۔ بلاشبہ یہ مطالعہ مسلم دنیا میں ہونے والی تحقیق و تالیف میں منفرد درجہ رکھتا ہے۔

آج پاکستان میں، بیرونی امداد سے نجات پانے اور کشکول توڑنے کے جو دعوے کیے جا رہے ہیں، اگر واقعی ان میں نعرہ بازی کے بجائے حقیقت کا رنگ پایا جاتا ہے تو پھر یہ کتاب پاکستان کے پالیسی سازوں اور